نقد واستدراک

قرآن مجید کے املا و قواعد
سے متعلق بعض مسائل کی توضیح

ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم

تحقیقات اسلامی اکتوبر ۸۶ء کے شمارہ میں پروفیسر نذیر احمد صاحب کا ایک مضمون "قرآن مجید کے املا و قواعد سے متعلق بعض مسائل" کے عنوان سے نظر سے گذرا۔ فاضل مضمون نگار نے اس کی تمہید میں لکھا ہے:

"قرآن مجید کی تلاوت کے درمیان کچھ استثنائی مسائل سامنے آئے، ان میں سے بعض یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ ایک مبتدیانہ گفتگو اور اہلِ علم کے سامنے اپنے اشکالات کا اظہار ہے۔"

پروفیسر نذیر احمد صاحب فارسی زبان و ادب کے بلند پایہ محقق اور نامور عالم ہیں۔ اس پہلو سے ان کی شہرت برصغیر سے لے کر افغانستان و ایران کے علمی حلقوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ علوم عربیہ سے غالبًا اس درجہ کا ربط انھیں نہیں رہا ہے، ورنہ قرآن مجید کے املا خصوصًا قواعد کے ان مسائل کو جن کا ذکر انھوں نے اپنے مضمون میں کیا ہے "استثنائی" قرار نہ دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر مسائل عربی زبان کے معروف و مدوّن قواعد کے مطابق ہیں اور تفسیر و نحو کی کتابوں میں تفصیل سے ان پر بحث کی گئی ہے۔

بعض سوالوں کا جواب فاضل مقالہ نگار نے بعض عربی تفاسیر مثلاً کشاف کی مدد سے خود معلوم کر کے لکھ دیا ہے۔ تعجب ہے کہ باقی دوسرے مسائل کے لیے انھوں نے ان تفسیروں کی جانب رجوع کرنے کی زحمت گوارا نہ کی، حالانکہ اسی کشاف اور دوسری تفسیروں مثلاً طبری، قرطبی اور البحر المحیط وغیرہ میں ان اشکالات کا حل بھی موجود ہے۔ سطور ذیل میں انھیں توضیح طلب مسائل پر اختصار سے گفتگو کی گئی ہے۔ اس گفتگو کو کما حقہ سمجھنے کے لیے پروفیسر نذیر احمد صاحب کا مضمون پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) سورۃ الرحمٰن آیت ۵۶ و آیت ۷۰ (فیهن) میں ضمیر کا مرجع

دونوں آیتوں میں ضمیر کا مرجع جنت کے محلات اور مجلسیں ہیں جو سیاق کلام سے سمجھی جا سکتی ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر البحر المحیط ۱۹۷/۸

---

(۲) ص ۲۶ لائے نفی کا استعمال

قسم سے پہلے "لائے نفی" کا استعمال عربی زبان کا ایک معروف اسلوب ہے۔ اور یہ کچھ لفظ "اُقسِمُ" کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ قسم کے دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی آتا ہے۔ اس استعمال کا فائدہ یہ ہے کہ جس امر کے اثبات کے لیے قسم کھائی جا رہی ہے اس کے خلاف جو شکوک مخاطب کے ذہن میں ہوں ان کی نفی ہو جائے۔ یہ اسلوب آج تک عربوں کی زبان پر زندہ ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر آپ کسی سے اپنی کار کے بارے میں اس کا تاثر معلوم کرنا چاہیں تو وہ بے ساختہ کہے گا: "لا، واللّٰہِ جمیلۃ" (نہیں، بخدا، خوبصورت ہے) اسی فائدہ کے لیے دوسری جگہ قرآن مجید میں قسم سے پہلے "کلا" آیا ہے "کلّا والقمر"

---

(۳) ص ۲۷ "سورۃ المومنون" جیسی اضافت

ڈاکٹر صاحب نے یہاں بڑا غضب کیا ہے کہ "ماعون" کو بھی شامل کر لیا ہے، حالانکہ "ماعون" مفرد ہے اور اس کی نون اصلی ہے۔

جہاں تک اس اضافت کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ترکیب قرآن مجید میں وارد نہیں ہے، دوسرے زبان کی رو سے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ عربی زبان میں یہ ترکیب "اعراب حکائی" کے نام سے معروف ہے۔ اور اگر اس کو "سورۃ المؤمنین" کہیں تو التباس ہونے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ کسی جریدہ کا نام اگر "المسلمون" ہو تو زبان کی رو سے یہی کہیں گے: قرأت هٰذا الخبر فی المسلمون۔

---

(۴) ص ۲۸ المقیمی الصلوۃ

عربی جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ عربی میں اضافت دو قسم کی ہے۔ ایک کو "اضافتِ حقیقی" کہتے ہیں اور دوسری قسم کو "اضافت لفظی"۔ اضافت لفظی میں مضاف اسم فاعل، اسم مفعول

یاصفت مشبہ ہوتا ہے، اور مضاف الیہ اس کا معمول۔ اس قسم کی اضافت میں مضاف پر الف لام داخل ہوسکتا ہے بشرطیکہ مضاف الیہ پر بھی الف لام داخل ہو جیسے الحسنُ الوجہِ، المھوزُ الفا د۔ سورہ حج کی آیت میں "المقیمی الصلوٰۃ" میں یہی مسئلہ ہے۔ یہاں "المقیمی" مضاف ہے اور "الصلاۃ" مضاف الیہ اور مقیمین کی نون اضافت کی وجہ سے حذف کردی گئی ہے۔ سورہ نساء میں "والمقیمین الصلوٰۃ" میں "الصلوٰۃ" مفعول ہے اسم فاعل کا۔

---

(۵) ص ۲۹ سورہ نساء ۱۶۲ میں (والمقیمین الصلوٰۃ) کا اعراب۔

اس آیت میں عربیت کا جو اسلوب ہے اسے علمائے نحو "منصوب علی سبیل المدح" کا نام دیتے ہیں۔ سورہ بقرہ ۱۷۷ میں بھی یہی اسلوب استعمال ہوا ہے۔ اس آیت میں مومنین کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں ان میں اقامت صلاۃ کے وصف کو نمایاں کرنا مقصود ہے۔ اسی بنا پر اسے منصوب کر دیا۔

---

(۶) ص ۲۹ ماضی کی نفی (لا) سے

یہ صحیح ہے کہ عام طور پر ماضی کی نفی (مَا) سے ہوتی ہے، لیکن دو صورتوں میں اس کی نفی (لا) سے ہوتی ہے: پہلی صورت یہ ہے کہ ماضی دعا کے لیے مستعمل ہوا ہو جیسے لاسمح اللہ (خدا نہ کرے) لا اراك اللہ مکروھا (اللہ تمہیں برے دن نہ دکھائے)۔ یہ صورت قرآن مجید میں نہیں آئی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دو فعل ماضی ساتھ ساتھ آئیں اور ان دونوں کی نفی مقصود ہو تو اس صورت میں ان دونوں کی نفی (لا) سے ہوگی جیسے لا رأیتہ ولا کلمتہ (نہ میں نے اسے دیکھا اور نہ اس سے بات کی) یہ صورت قرآن مجید میں آئی ہے، چنانچہ سورہ قیامہ میں ہے:

فَلَاصَدَّقَ وَلَاصَلّٰی — تو اس نے نہ تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی

سورہ بلد کی آیت (فلا اقتحم العقبۃ) میں بھی درحقیقت اسی قبیل کی نفی ہے۔ چنانچہ چند آیتوں کے بعد فرمایا (ثم کان من الذین امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمۃ) مفہوم کلام یہ نکلتا ہے کہ اس نے نہ گھاٹی پار کی اور نہ ایمان لایا (فلا اقتحم العقبۃ) کے بعد کی جو آیتیں ہیں ان میں "العقبۃ" کی تشریح کی گئی ہے۔

(۷) ص ۳۳ حروف مقطعات

ڈاکٹر صاحب نے یہ تصور کرلیا ہے کہ حروف مقطعات کی علامت یہ ہے کہ اس پر مد کی علامت ہو۔ حالانکہ یہ مفروضہ بالکل غلط ہے۔ چنانچہ کھیعص میں ک اور ی پر علامت مد نہیں ہے۔

قرآن شریف میں علامت مد اس حرف علت (طویل حرکت) پر لکھی جاتی ہے جس کے بعد کا حرف یا تو ساکن ہو یا ہمزہ ہو۔ مثلاً ضآلّ، جآء، سوٓء، جیٓء۔ حروف مقطعات میں بھی کچھ ایسے حروف ہیں جن میں حرف علت کے بعد ساکن آتا ہے مثلاً ل (لام) م (میم) ن (نون) ص (صاد) اور اسی قاعدہ کی بنا پر انھیں مد سے پڑھا جاتا ہے اور ان پر مد کی علامت لگائی جاتی ہے۔ ایسے حروف مقطعات ... صورت نہیں ہے مد کی علامت نہیں آتی جیسے (الم) کی الف پر مد کی علامت ...

اب رہی سورہ ... یں (الم) کی میم تو اس پر مذکورہ بالا قاعدہ کی رو سے علامت مد رہے گی۔ اور چونکہ اس کے بعد کا لفظ (اللہ) ہمزۂ وصل سے شروع ہوتا ہے اس لیے اگر (الم) کو بعد والے لفظ کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے تو میم کو مفتوح پڑھا جائے گا۔ اسی وجہ سے ہندوستانی مصاحف میں میم پر فتحہ بھی لکھا گیا ہے تاکہ ملاکر پڑھنے والے اس کو مفتوح پڑھیں۔

اس قاعدہ کو سمجھنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ میم پر جو فتحہ ہے وہ عارضی ہے۔ اس کی وجہ سے میم حروف مقطعات سے خارج نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ سنت یہ ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت پر وقف کیا جائے۔

---

(۸) ص ۲۱ لفظ صحیفہ کی جمع

ڈاکٹر صاحب نے صحیفہ کی تین جمعیں لکھی ہیں: صُحُف، صَحائف اور صِحاف۔ ابتدائی دونوں جمعیں صحف اور صحائف تو درست ہیں، لیکن صحاف لفظ صحیفہ کی جمع عربی میں نہیں آتی۔

---

(۹) "اصحابُ لئیکہ" کا املا

یہاں اصل مسئلہ سے تعرض سے پہلے یہ بات بتادینی ضروری ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے

لہ ع: عین کی مد کے بارے میں قراء کے درمیان اختلاف ہے۔ تفصیل کے لیے تجوید کی کتابیں ملاحظہ ہوں۔

اداۃ التعریف (ال) کو اضافت کی علامت قرار دیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ (ال) کا اضافت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسے کتابُ محمدٍ (ال) عربی میں تعریف کی علامت ہے۔

(اصحاب لئیکۃ) میں الف کے حذف کو ڈاکٹر صاحب نے سہو کاتب قرار دیا ہے جو کسی صورت سے مناسب نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ املا کے قواعد قرآن مجید کی تدوین کے زمانہ میں پورے طور پر منضبط نہیں ہوئے تھے اور کتابت میں سہولت کی خاطر ایسے حروف ضبط قلم نہیں ہوتے تھے جو پڑھے نہیں جاتے تھے۔ چنانچہ واو الجماعۃ کے بعد جو الف آتی ہے وہ کسی آیت میں لکھی گئی ہے کسی میں نہیں۔ جیسے سورہ بقرہ آیت ۶۱ میں (بآءو) بغیر الف کے ہے اور اسی آیت میں "عصوا" الف کے ساتھ ہے۔ اور بعض ایسے حروف جو پڑھے جاتے ہیں وہ بھی سہولت کی خاطر لکھے نہیں گئے ہیں جیسے ھذا۔ الرحمٰن۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق وغیرہ کی الف۔ اور یہی طرز املا عربی میں رائج بھی ہو گئی۔

ابتدائی دور میں دوسری زبانوں میں بھی بیک وقت بعض حروف کا کبھی حذف کرنا اور کبھی لکھا جانا معروف رہا ہے۔ چنانچہ انگریزی زبان میں شیکسپیر وغیرہ کے زمانے کی جو کتابیں ہیں ان میں بعض الفاظ حرف (e) کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور وہی الفاظ بغیر (e) کے بھی آئے ہیں۔

---

(۱۰) سورہ یوسف میں ولیکونًا من الصٰغرین کا املا

قرآن مجید میں دو جگہ نون توکید خفیفہ کو الف اور تنوین کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ایک سورہ یوسف میں دوسری جگہ سورہ علق میں (لنسفعًا بالناصیۃ) اور یہ الف کے ساتھ اس لیے لکھی گئی ہے تاکہ نون خفیفہ اور نون ثقیلہ کے درمیان فرق ہو سکے۔

اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ:۔

● اسلام کیا ہے اور جاہلیت کیا؟ ● عقائد، اخلاق و اعمال میں اسلام اور جاہلیت کس طرح ایک دوسرے سے الگ اور ممیز رہتے ہیں؟ ● اسلام اور جاہلیت کے فطری اور مسلسل کشمکش کا انداز کیا ہے؟ ● غیر اسلام پیروان اسلام کے ذہنوں میں نفوذ کرنے کے لیے کس طرح کوشاں رہا کرتا ہے؟ تو مولانا صدر الدین اصلاحی کی تصنیف

معرکۂ اسلام وجاہلیت

کا مطالعہ کیجئے۔ مصنف کے گہر بار قلم نے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے

سائز ۲۳×۳۶/۱۶ ——— صفحات: ۲۱۶ ——— قیمت: ۲۰ روپئے